

افکار

[موقر ماہنامہ "فاران" کی اشاعت جون ۶۴ء میں "فکر و نظر" سیرہ شائع ہوا تھا۔ ہم اسے شکر کے ساتھ ذیل میں درج کر رہے ہیں۔ آخر میں اس "سیرہ" کے بارے میں اپنی چند گزارشات پیش کر رہے ہیں۔ ادارہ]

ماہنامہ "فکر و نظر" مجلس ادارت: ڈاکٹر فضل الرحمن، ڈاکٹر صغیر حسن محسوی، ڈاکٹر رفیق احمد، سید قدرت اللہ فاطمی (مدیر مسئول)، خالد مسعود (نائب مدیر)، سالانہ چھ روپے قیمت فی پرچہ، ساٹھ پیسے۔ ملنے کا پتہ: پاکستان پبلشنگ ہاؤس پاکستان بک، کراچی۔ یہ مجلہ مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی کا آرگن ہے، جس کے گیارہ شمارے اب تک منظر عام پر آچکے ہیں یہ رسالہ وقت پر شائع ہوتا ہے اور صاحب فکر علماء اور بلند پایہ انشا پردازوں کا اسے تعاون حاصل ہے، اس میں اونچے درجہ کے علمی اور دینی مضامین آتے رہتے ہیں جو ذہن و فکر کو چونکا دیتے ہیں۔

اس اختراٹ کے بعد عرض ہے کہ احادیث رسول مہتور و ازود و ارج، سور، قربانی، ضبط و ولادت وغیرہ مسائل میں اس مجلہ کا نقطہ نگاہ متجددانہ اور اس ادارہ کا رجحان اباحتیت کی جانب ہے! وہ مسائل جو تیرہ سو سال کی مدت میں سلف، عمالین اور جمہور علماء اُمت کے نزدیک متفق رہے ہیں، ان میں رائے زنی کر کے تشکیک و اضطراب پیدا کرنا اس رسالہ کا طرہ امتیاز ہے۔

جہاں تک روایتوں اور علماء کی آراء کا تعلق ہے، ہر قسم کی روایتیں اور رائیں اسلام کے

طرز پر مبنی ملتی ہیں مثلاً جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جس فرزند کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا ارادہ اور عمل کیا تھا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے مگر ایک دو مفسرین نے حضرت اسحق علیہ السلام کے ذبیح ہونے کی بھی رائے دی ہے۔ تو جو شخص امت کے مسئلہ عقیدہ کو مشکوک و مضطرب بنانے اور مسلمانوں کے ذہن و فکر میں انتشار پیدا کرنا چاہتا ہے گا وہ حضرت اسحق علیہ السلام کے ذبیح ہونے کی بحث کو اٹھائے گا اور کثرت آراء کے مقابلے میں شذوذ کو ترجیح دے گا! اسی طرح امت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ کوئی عورت نبی اور رسول نہیں ہوتی مگر ایک وہ شخص جسے دین میں آزادی رائے اور تجدید و احداث کا شوق اور لپکا ہو گا وہ کسی گزشتہ عالم و امام کی اس کو خرد و مد کے ساتھ پیش کرے گا جس میں عورت کے پیچھے ہونے کے امکان کو تسلیم کیا گیا ہے۔

مثال کے طور پر ماضی مسئلہ کا ”فکر و نظر“ ہمارے سامنے ہے اس میں مسئلہ قربانی پر ایک مضمون ہے، اس کا خاتمہ مندرجہ ذیل عبارت پر ہوتا ہے۔

”بے شک صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین کا مسلک برحق ہے لیکن حضرت بلال کا مسلک بہت ترقی پسندانہ ہے کہ قربانی کے لئے صرف مرغ کافی ہے اور قربانی کی بجائے اس کی قیمت سے کسی عیادت مند کی ضرورت پوری کر دی جائے تو اس سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے“

روایت اس مضمون میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے منسوب کی گئی ہے وہ اس لئے تحقیق طلب اور قابل غور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا یہ مسلک نہیں رہا کہ وہ حلال چوپایوں کی جگہ پر بندوں کی قربانیاں دیا کرتے ہوں یا قربانی کرنے کے بجائے اس کی قیمت کا صدقہ دینا کافی سمجھتے ہوں! اگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اس روایت کی نسبت درست بھی ثابت ہو جائے تو اس روایت کے ساتھ امت کا سلوک حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت جیسا ہو گا جس میں وہ ”مسعودین“ کو قرآن کریم میں شامل نہیں سمجھتے تھے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جمہور صحابہ کے مقابلے میں حضرت بلال کے اس مسلک یا رائے کو ”ترقی پسندانہ“ سمجھنا، رسول اور جمہور صحابہ پر ایک طرح کا طنز ہے!

مجید ”فکر و نظر“ کے اس شمارے میں عمر احمد عثمانی صاحب کا مقالہ ”مسئلہ تعدد از دواج“ پر ہے، یہ وہ صاحب ہیں جنہوں نے غلام احمد پرویز کے مسلک ضلالت (انکار سنت) میں ساہا سالوں کی رفا

کی ہے بلکہ اس سلسلے کو غذا اور تقویت پہنچائی ہے! اس مزاج و فکر اور ذہنیت کا شخص قرآن کی جو شرح و تفسیر کرے گا، اس میں "قرآن" کم اور متحد و آزاد خیالی زیادہ ہوگی! سیدھی ساری بات یہ ہے کہ تعدد ازودراج، کو کسی عالم نے فرض و دواج کا درجہ نہیں دیا مان! اُسے "اجازت" سمجھا ہے جس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے! یہ متحد دین تعدد ازودراج کی اس اجازت کو ایک "فضل کریمہ و برحقین" بلکہ "برائی" کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں اور اس قسم کے تمام مسائل میں ان کا جہان مغربی مفکرین کے غلط افکار کی جانب ہوتا ہے۔

"تعدد ازودراج" ایک ایسی اجازت ہے کہ بعض حالات میں اس کے اخلاقی منافع بھی ہیں۔ اس سے زنا، بدکاری اور چوری چھپے کی آشنائی کا ازالہ ہوتا ہے اس "اجازت" کو جس نے "برائی" سمجھا اس نے اللہ تعالیٰ کی حکمت کی غلط تعبیر کی۔

ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب اس عجلہ (فکر و نظر) کے مدیر اعلیٰ اور مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی کے ڈائریکٹر ہیں، ان کے مضامین حدیث اور سود و غیرہ پر ہماری نگاہ سے گزرے ہیں۔ ان میں تحقیقی انداز اور مطالعو کی وسعت تو ہمیشہ پائی جاتی ہے مگر ڈاکٹر صاحب موصوفت کا نقطہ نگاہ مستشرقین کے افکار سے بہت کچھ متاثر ہے!

اس دور تشکیک والحاد اور عہد فسق و فجور میں تحقیق و تدقیق سے زیادہ اس کی ضرورت ہے کہ وہ اہل ایمان جن کو اللہ تعالیٰ نے علمی صلاحیتیں دی ہیں اپنی صلاحیتوں کو اخلاق و پاکیزگی کی تعلیم اور یقین و ایمان کی تبلیغ میں صرف کریں! جن مسائل کے بارے میں جہور امت متفق ہے ان پر تحقیق کا عمل جراحی کرتا اور غالب آراء کے مقابلے میں متاثر رائیں دیں! لا کر ذہن و فکر میں الجھنیں پیدا کرنا دین کی کوئی اچھی خدمت نہیں ہے۔

ہماری چند گزارشات ہم محترم مدیر "فاران" کے تہ دل سے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے ہماری سال بھر کی کاوشوں کو لائق توجہ سمجھا اور ان پر تبصرہ شائع فرمایا۔ ہمارے دل میں جہاں ان کے اُن تعریفی کلمات کی قدر ہے جو انہوں نے اپنے تبصرہ کے پہلے پیرا گراف میں تحریر فرمائے ہیں، وہاں ان کے اُن تعریفی جملوں کی بھی منزلت ہے جو انہوں نے

بعد کی سطروں میں پیش کئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلمان بھائی کی سب سے اچھی دوستی یہ ہے کہ
روک دو گریز برا کرے کوئی ٹوک دو گر خطا کرے کوئی

اسی جذبے کے تحت، محترم مدیر "فاران" کے اس تبصرہ سے جو چند خیالات ذہن میں آئے،
وہ یہاں درج ہیں۔ مقصود "فاران" کے تبصرہ پر جوابی تبصرہ ہرگز نہیں ہے۔

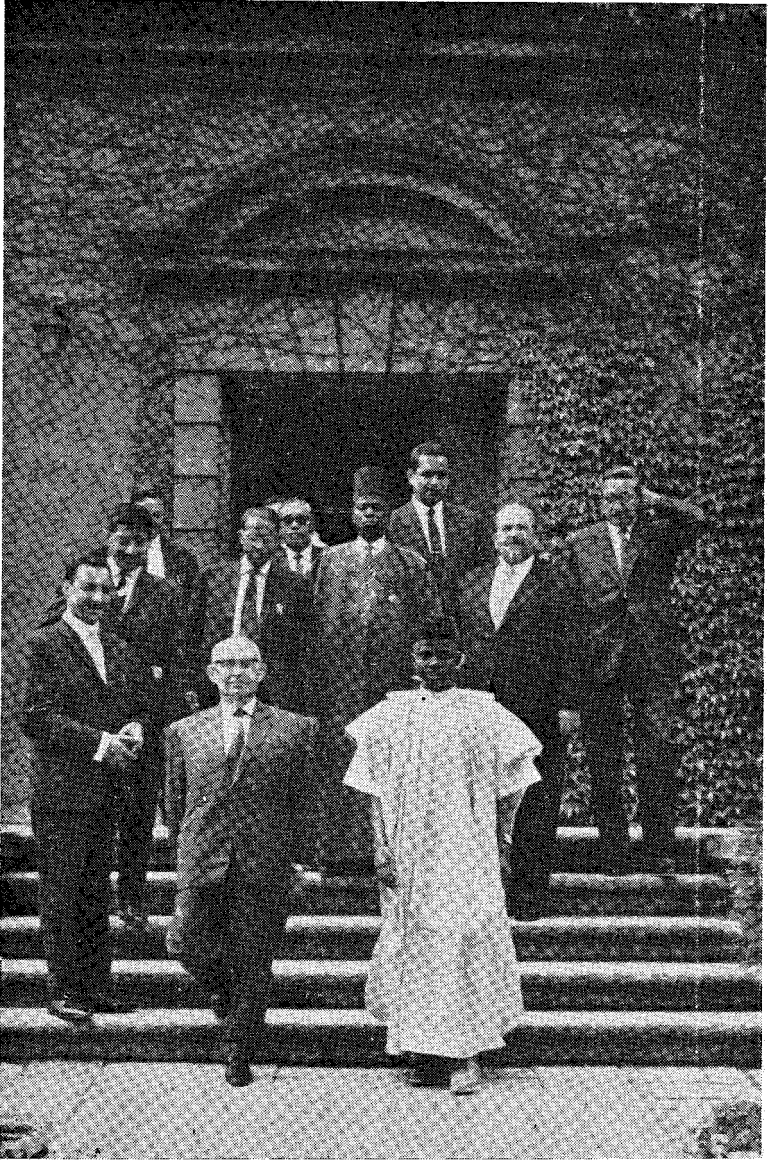
پہلی بات جو ہمیں کھٹکی وہ یہ ہے کہ عام روش کے مطابق فاضل تبصرہ نگار نے بھی مآفان
سے زیادہ مکی قال پر توجہ فرمائی ہے۔ حالانکہ ہم ان جیسے سنجیدہ صاحب فکر سے یہ توقع رکھتے ہیں
یقیناً حق بجانب تھے کہ وہ انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال (یہ دیکھو کہ کہا کیا گیا ہے۔ یہ نہ دیکھو کہ
کہا کس نے ہے) کی دانائی پر کاربند ہوں گے۔ جناب مولانا عمر احمد عثمانی اور جناب ڈاکٹر فضل الرحمن کے
مقالات کے بارے میں پہلے ہی سے یہ فرض کر لیا گیا کہ (علی الترتیب) "اس مزاج و فکر اور ذہنیت
کا شخص قرآن کی جو شرح و تفسیر کرے گا اس میں قرآن کم اور تجدد و خیالی زیادہ ہوگی" اور ڈاکٹر
فضل الرحمن صاحب کا "نقطہ نگار مستشرقین کے افکار سے بہت کچھ متاثر ہے" اس قسم کے
چلتے ہوئے اعتراضات کی جگہ اگر محترم مدیر "فاران" وقت نظر سے کام لیتے ہوئے ان کے مقالات
کی غلطیوں پر متنبہ فرماتے تو کتنا اچھا ہوتا! مولانا عمر احمد عثمانی سے فاضل مدیر بطور خاص ناراض معلوم ہوتے
ہیں۔ حالانکہ مولانا موصوف نے ہماری عالمی زندگی کے چند اہم ترین مسائل پر جس قدر عالمانہ اور بصیرت
افروز بحث کی ہے اور قرآن و سنت نبوی (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) سے دلائل و شواہد کا
جس قدر وافر ذخیرہ ہتیا کیا ہے، اس کا تقاضا تھا کہ بصورت اختلاف رائے، ان کے تمام دلائل کی
نہ سہی، کم از کم ایک آدھ ہی دلیل کی خامی کی طرف توجہ دلائی جاتی۔ کسی ایک آیت، کسی ایک حدیث
کے بارے میں یہ بتایا جاتا کہ مولانا نے اس سے غلط استشہاد کیا ہے۔ جن مسائل پر مولانا موصوف
بحث فرما رہے ہیں اور جن دلائل کی روشنی میں وہ اپنے نتائج تک پہنچ رہے ہیں، یہیں یقین ہے کہ
ان مسائل و دلائل کی اہمیت و عظمت کے اعتراف میں مکرم مدیر "فاران" کسی سے پیچھے نہیں بلکہ
سہقت لے جانے والوں میں سے ہیں۔ کاش کہ وہ مولانا عثمانی یا محترم پرویز صاحب کی شخصیتوں کو
بیچ میں لائے بغیر ان پر توجہ مبذول فرماتے۔

ہی "مستشرقین کے افکار" کی بات، جن سے "بہت کچھ متاثر ہوئے" کا "الزام" جناب

ڈاکٹر فضل الرحمن کے سرنگایا گیا ہے تو ہم حیران ہیں کہ ہمارے ملک کے ایک مخصوص حلقے میں مستشرقین کا قہر اکیوں بنا لیا گیا ہے۔ مغرب کے وہ اہل علم جو غیر مسلم ہونے کے باوجود اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں تحقیق و تصنیف میں اپنی عمریں صرف کر دیتے ہیں، ان سے درس عبرت حاصل کرتے ہوئے ہمیں اور ہمارے علماء کو تحقیق و تصنیف میں کم از کم اتنی ہی کاوش ضرور کرنی چاہئے تھی لیکن یہ تو بہت دور کی بات ہے۔ ہم تو اب اس ذوق تحقیق کو بھی ترس گئے ہیں جو اب سے صرف ایک دولت پہلے خود ہماری قوم میں سرسید علیہ الرحمۃ کی تحریک کی بدولت پیدا ہو چلا تھا۔ اس زمانے میں نہ شبلی جیسے محقق کو نہ اقبال جیسے مفکر کو ازلہ اور براؤن جیسے مستشرق کے افکار سے متاثر ہونے پر مذمت تھی بلکہ انہیں تو ان سے کسب فیض کرنے پر بر ملا فخر تھا لیکن انہوں نے آج ہمارے بعض بہترین باصلاحیت افراد کا سارا زور قلم مستشرقین کو صلواتیں سناتے پر صرف ہو رہا ہے اور اسے خدمت اسلام قرار دیا جا رہا ہے۔ محاشی اور معاشرتی ڈھانچے کی ناگزیر شکست و سختی نے دینی اور اخلاقی اقدار کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ ان حالات میں ضرورت تعمیری فکر کی تھی، ضرورت اپنے باقی ماندہ سرمایے کا جائزہ لینے کی تھی۔ ضرورت محاسبہ نفس کی تھی لیکن ہم محاسبہ غیر میں مصروف ہیں۔ دوسروں کے عیوب تلاش کرنے بلکہ اس "تلاش و تحقیق" کی زحمت اٹھائے بغیر ہی ان پر تبرا بھیجے کہ "دین کی اچھی خدمت" سمجھ رہے ہیں۔

ہمارے محترم مدیر "فاران" کو اس "دور تشکیک و الحاد اور عہد فسق و فجور" کی نزاکتوں اور اس کے خطرات کا شدید احساس ہے اور ان جیسے حساس اور بلند پایہ شاعر سے ہمیں توقع بھی اسی کی تھی۔ لیکن ہم حیران ہیں کہ وہ تشکیک و الحاد اور فسق و فجور کا علاج یہ تجویز فرماتے ہیں کہ "تحقیق و ترقی" سے دست برداری اختیار کر لی جائے یعنی مرض کی شدت کے پیش نظر تشخیص مرض کے سلسلے میں تحقیق نہ کی جائے بلکہ جن امور پر "جمہور امت" کے اتفاق نے مرض کی یہ کیفیت پیدا کر دی ہے انہیں براہ راد کیا جائے۔ یہ کیسی مسیحائی ہے؟ اسلام اور مسلمانوں کے سامنے یہ کیسی دوستی ہے؟ (مدیر)

مقامات فکر و نظر کون سمجھے
یہاں لوگ نقش قدم دیکھتے ہیں



ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کانفرنس کے چند مندوبوں کے ساتھ